تقریر بابت مسیح موعودؑ
وقت 5-7 منٹ

تقریر

حضرت مسیح موعودؑ کی احباب جماعت کو نصائح

(ملفوظات جلد 2 ایڈیشن 1984ء)

(تقریر نمبر 5)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ وَیُعَلِّمُکُمُ اللّٰہُ (البقرہ: 283)

ترجمہ: تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اس کے نتیجہ میں وہی اللہ تمہیں علم و معرفت عطا فرمائے گا۔

جڑ ہے ہر ایک خیر و سعادت کی اِتّقا
جس کی یہ جڑ رہی ہے عمل اس کا سب رہا

سامعین کرام! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیان فرمودہ ملفوظات کی دس جلدوں میں ذاتی اصلاح اور احباب جماعت کی تعلیم و تربیت و اصلاحِ احوال کے لئے بہت قیمتی نصائح موجود ہیں۔ آج سے ملفوظات جلد دوم کے ایڈیشن 1984ء سے چند اہم اور قیمتی نصائح پیش کرنے کا سلسلہ شروع کر رہا ہوں۔ آج کی تقریر ملفوظات جلد دوم میں بیان نصائح کی پانچویں تقریر ہے۔

تقویٰ کو حاصل کرو۔ خدا کی عظمت دل میں بٹھاؤ

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

"تقویٰ والے پر خدا کی ایک تجلّی ہوتی ہے وہ خدا کے سایہ میں ہوتا ہے مگر چاہئے کہ تقویٰ خالِص ہو اور اس میں شیطان کا کچھ حِصّہ نہ ہو ورنہ شرک خدا کو پسند نہیں اور اگر کچھ حصّہ شیطان کا ہو تو خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ سب شیطان کا ہے۔ خدا کے پیاروں کو جو دُکھ آتا ہے وہ مصلحتِ الٰہی سے آتا ہے ورنہ ساری دُنیا اکٹھی ہو جائے تو اُن کو ایک ذرّہ بھر تکلیف نہیں دے سکتی۔ چونکہ وہ دنیا میں نمونہ قائم کرنے کے واسطے ہیں۔ اس واسطے ضروری ہوتا ہے کہ خدا کی راہ میں تکالیف اُٹھانے کا نمونہ بھی وہ لوگوں کو دکھائیں ورنہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے کسی بات میں اس سے بڑھ کر تردّد نہیں ہوتا کہ اپنے ولی کی قبض رُوح کروں۔ خدا تعالیٰ نہیں چاہتا کہ اُس کے ولی کو کوئی تکلیف آوے۔ مگر ضرورت اور مصالح کے واسطے وہ دُکھ دیئے جاتے ہیں اور اس میں خود اُن کے لئے نیکی ہے کیونکہ اُن کے اخلاق ظاہر ہوتے ہیں۔ انبیاء اور اولیاء اللہ کے لئے تکلیف اس قسم کی نہیں ہوتی۔ جیسی کہ یہود کو لعنت اور ذلّت ہو رہی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اُس کی ناراضگی کا اظہار ہوتا ہے بلکہ انبیاء شجاعت کا ایک نمونہ قائم کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کو اسلام کے ساتھ کوئی دشمنی نہ تھی۔ مگر دیکھو! جنگِ اُحد میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے رہ گئے۔ اس میں یہی بھید تھا کہ آنحضرتؐ کی شجاعت ظاہر ہو۔ جبکہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار کے مقابلہ میں اکیلے کھڑے ہو گئے کہ مَیں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ ایسا نمونہ دکھانے کا کسی نبی کو موقعہ نہیں ملا۔ ہم اپنی جماعت کو کہتے ہیں کہ صرف اِتنے پر وہ مغرور نہ ہو جائے کہ ہم نماز روزہ کرتے ہیں یا موٹے موٹے جرائم مثلاً زنا، چوری وغیرہ نہیں کرتے۔ ان خوبیوں میں تو اکثر غیر فرقہ کے لوگ مُشرک وغیرہ تمہارے ساتھ شامل ہیں۔

تقویٰ کا مضمون باریک ہے۔ اس کو حاصل کرو۔ خدا کی عظمت دِل میں بٹھاؤ جس کے اعمال میں کچھ بھی ریاکاری ہو خدا اس کے عمل کو واپس اُلٹا کر اس کے مُنہ پر مارتا ہے۔ مُتّقی ہونا مشکل ہے۔ مثلاً اگر کوئی تجھے کہے کہ تُونے قلم چُرایا ہے تو تُو کیوں غصّہ کرتا ہے۔ تیرا پرہیز تو محض خدا کے لئے ہے۔ یہ طیش اس واسطے ہوا کہ رُوبحق نہ تھا جب تک واقعی طور پر انسان پر بہت سی موتیں نہ آئیں۔ وہ مُتّقی نہیں بنتا۔ مُعجزات اور الہامات بھی تقویٰ کی فرع ہیں۔ اصل تقویٰ ہے۔ اس واسطے تم الہامات اور رؤیا

کے پیچھے نہ پڑو۔ بلکہ حصولِ تقویٰ کے پیچھے لگو۔ جو مُتّقی ہے اُسی کے الہامات بھی صحیح ہیں اور اگر تقویٰ نہیں تو الہامات بھی قابلِ اعتبار نہیں۔ اُن میں شیطان کا حصّہ ہو سکتا ہے۔ کسی کے تقویٰ کو اس کے مُلہَم ہونے سے نہ پہچانو بلکہ اس کے الہاموں کو اس کی حالتِ تقویٰ سے جانچو اور اندازہ کرو۔ سب طرف سے آنکھیں بند کر کے پہلے تقویٰ کے منازل کو طے کرو۔ انبیاء کے نمونہ کو قائم رکھنے جتنے نبی آئے۔ سب کا مدّعا یہی تھا کہ تقویٰ کا راہ سکھلائیں۔ اِنۡ اَوۡلِیَآؤُہٗۤ اِلَّا الۡمُتَّقُوۡنَ (الانفال: 35)۔ مگر قرآنِ شریف نے تقویٰ کی باریک راہوں کو سِکھایا ہے۔ کمال نبی کا کمالِ اُمّت کو چاہتا ہے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس لئے آنحضرتؐ پر کمالاتِ نبوّت ختم ہوئے۔ کمالاتِ نبوّت ختم ہونے کے ساتھ ہی ختم نبوّت ہوا جو خدا تعالیٰ کو راضی کرنا چاہے اور مُعجزات دیکھنا چاہے اور خوارقِ عادت دیکھنا منظور ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنی زندگی بھی خارقِ عادت بنالے۔ دیکھو! امتحان دینے والے محنتیں کرتے کرتے مدقُوق کی طرح بیمار اور کمزور ہو جاتے ہیں۔ پس تقویٰ کے امتحان میں پاس ہونے کے لئے ہر ایک تکلیف اُٹھانے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ جب انسان اس راہ پر قدم اُٹھاتا ہے تو شیطان اُس پر بڑے بڑے حملے کرتا ہے۔ لیکن ایک حد پر پہنچ کر آخر شیطان ٹھہر جاتا ہے۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ جب انسان کی سِفلی زندگی پر موت آکر وہ خدا کے زیرِ سایہ ہو جاتا ہے وہ مظہرِ الٰہی اور خلیفۃ اللہ ہوتا ہے۔ مختصر خلاصہ ہماری تعلیم کا یہی ہے کہ انسان اپنی تمام طاقتوں کو خدا کی طرف لگا دے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 301-302)

سامعین! معجزات دیکھنے ہوں تو تقویٰ اختیار کرو

فرمایا:

"دنیا چند روزہ ہے۔ شہادت کو چھپانا اچھا نہیں۔ دیکھو! بادشاہ کے پاس جب کوئی تحفہ لے کر جائے مثلاً سیب ہی ہو اور سیب ایک طرف سے داغی ہو تو وہ اس تحفہ پر کیا حاصِل کر سکے گا۔ مخفی ہونے میں بہت سے حقوق تلف ہو جاتے ہیں۔ مثلاً نماز باجماعت، بیمار کی عیادت، جنازہ کی نماز، عیدَین کی نماز وغیرہ۔ یہ سب حقوق مخفی رہ کر کیونکر ادا کئے جاسکتے ہیں۔ مخفی رہنے میں ایمان کی کمزوری ہے۔ انسان اپنے ظاہری فوائد کو دیکھتا ہے۔ مگر وہ بڑی غلطی کرتا ہے کیا تم ڈرتے ہو کہ سچّی شہادت کے ادا کرنے سے تمہاری روزی جاتی رہے گی۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَفِی السَّمَآءِ رِزۡقُکُمۡ وَمَا تُوۡعَدُوۡنَ ۔ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ اِنَّہٗ لَحَقٌّ (الذاریات: 23-24)۔ تمہارا رزق آسمان میں ہے۔ ہمیں اپنی ذات کی قسم ہے۔ یہ سچ ہے۔ زمین پر خدا کے سِوا کون ہے جو اس رزق کو بند کر سکے یا کھول سکے۔ فرماتا ہے۔ وَہُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیۡنَ ۔ نیکوں کا وہ آپ والی بن جاتا ہے۔ پس کون ہے جو مردِ صالح کو ضرر دے سکے اور اگر کوئی مصیبت یا تکلیف انسان پر آپڑے مَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا (الطلاق: 3)۔ جو خدا کے آگے تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ خدا اس کے لئے ہر ایک تنگی اور تکلیف سے نکلنے کی راہ بنا دیتا ہے اور فرمایا۔ وَّیَرۡزُقۡہُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ (الطلاق: 4)۔ وہ متقی کو ایسی راہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے رزق آنے کا خیال و گُمان بھی نہیں ہوتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں۔ وعدوں کے سچّا کرنے میں خدا سے بڑھ کر کون ہے۔ پس خدا پر ایمان لاؤ۔ خدا سے ڈرنے والے ہرگز ضائع نہیں ہوتے۔

یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا۔ یہ ایک وسیع بشارت ہے۔ تم تقویٰ اختیار کرو۔ خدا تمہارا کفیل ہو گا۔ اس کا جو وعدہ ہے وہ سب پُورا کر دے گا۔ مخفی رہنا ایمان میں ایک نقص ہے جو مصیبت آتی ہے اپنی کمزوری سے آتی ہے۔ دیکھو! آگ دُوسروں کو کھا جاتی ہے۔ پر ابراہیمؑ کو نہ کھا سکی۔ مگر خدا کی راہ بغیر تقویٰ کے نہیں کُھلتی۔ مُعجزات دیکھنے ہوں تو تقویٰ اختیار کرو۔ ایک وہ لوگ ہیں جو ہر وقت مُعجزات دیکھتے ہیں۔ دیکھو! آج کل مَیں عربی کتاب اور اشتہار لکھ رہا ہوں۔ اس کے لکھنے میں سطر سطر میں مُعجزہ دیکھتا ہوں۔ جب کہ میں لکھتا لکھتا اٹک جاتا ہوں تو مناسب موقع فصیح و بلیغ پُر معانی معارف فِقرات و الفاظ خدا کی طرف سے الہام ہوتے ہیں اور اس طرح عبارتیں کی عبارتیں لکھی جاتی ہیں۔ اگرچہ مَیں اس کو لوگوں کی تسلّی کے لئے پیش نہیں کر سکتا۔ مگر میرے لئے یہ ایک کافی معجزہ ہے اگر مَیں اس بات پر قسم بھی کھا کر کہوں کہ مجھ سے پچاس ہزار معجزہ خدا نے ظاہر کرایا۔ تب بھی جُھوٹ ہرگز نہ ہو گا۔ ہر ایک پہلو میں ہم پر خدا کی تائیدات کی بارش ہو رہی ہے۔ عجب تر ان لوگوں کے دل ہیں جو ہم کو مُفتری کہتے ہیں۔ مگر وہ کیا کریں۔ ولی را ولی مے شناسد۔ کوئی تقویٰ کے بغیر ہمیں کیونکہ پہچانے۔ رات کو چور چوری کے لئے نِکلتا ہے۔ اگر راہ میں گوشہ کے اندر وہ کسی ولی کو بھی دیکھے جو عبادت کر رہا ہو۔ وہ بھی سمجھے گا یہ بھی میری طرح کوئی چور ہے۔

خدا عمیق در عمیق چھپا ہوا ہے اور ایسا ہی وہ ظاہر در ظاہر ہے۔ اس کا ظہور اتنا ہوا کہ وہ مخفی ہو گیا جیسا سورج کہ اس کی طرف کوئی دیکھ نہیں سکتا۔ خدا کا پتہ حق الیقین کے ساتھ نہیں پا سکتے جب تک کہ تقویٰ کی راہ میں قدم نہ ماریں۔ دلائل کے ساتھ ایمان قوی نہیں ہو سکتا۔ بغیر خدا کی آیات دیکھنے کے ایمان پُورا نہیں ہو سکتا۔ یہ اچھا نہیں

کہ کچھ خدا کا ہو اور کچھ شیطان کا ہو۔ صحابہؓ کو دیکھو۔ کس طرح اپنی جانیں نثار کیں۔ ابو بکرؓ جب ایمان لایا تو اس نے دُنیا کا کون سا فائدہ دیکھا تھا۔ جان کا خطرہ تھا اور ابتلا بڑھتا جاتا تھا مگر صحابہ نے صدق خوب دکھایا۔ ایک صحابی کا ذکر ہے۔ وہ کملی اوڑھے بیٹھا تھا کسی نے اس کو کچھ کہا۔ عمرؓ پاس سے دیکھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا۔ اس شخص کی عزّت کرو۔ مَیں نے اس کو دیکھا ہے کہ یہ گھوڑے پر سوار ہوتا تھا اور اس کے آگے پیچھے کئی نوکر چلتے تھے۔ صرف دین کی خاطر اس نے سب سے ہجرت کی۔ دراصل یہ آنحضرتؐ کی رُوحانیت کا زور تھا جو صحابہ میں داخل ہوا۔ اس کا کوئی جھوٹ ثابت نہیں۔ ہر امر میں ایک کشش ہوتی ہے۔ دیکھو! دیوار کی اینٹوں میں ایک کشش ہے ورنہ اینٹ اینٹ الگ ہو جاوے۔ ایسی ہی جماعت میں ایک کشش ہوتی ہے۔ یہ ہوتا آیا ہے کہ ہر نبی کی جماعت میں سے کچھ لوگ مرتد بھی ہو جاتا کرتے ہیں۔ ایسا ہی موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور آنحضرتؐ کی جماعت کے ساتھ ہوا۔ ان لوگوں کا مادہ خبیث ہوتا ہے اور ان کا حصہ شیطان کے ساتھ ہوتا ہے مگر جو لوگ اس صداقت کے وارث ہوتے ہیں۔ وہ اس میں قائم رہتے ہیں۔

غرض خدا کی راہ شجاع بنو۔ انسان کو چاہئے کہ کبھی بھروسہ نہ کرے کہ ایک رات مَیں زندہ رہوں گا۔ بھروسہ کرنے والا ایک شیطان ہوتا ہے۔ انسان بہادر بنے۔ یہ بات زورِ بازو سے نہیں ملتی۔ دُعا کرے اور دُعا کراوے۔ صادقوں کی صُحبت اختیار کرے۔ سارے کے سارے خدا کے ہو جاؤ۔ دیکھو! کوئی کسی کی دعوت کرے اور نجس ٹھیکرے میں روٹی لے جائے۔ اسے کون کھائے گا وہ تو اُلٹا مار کھائے گا۔ باطن بھی سنوارو اور ظاہر بھی درست کرو۔ انسان اعمال سے ترقی نہیں کر سکتا۔ آنحضرتؐ کا رتبہ سمجھنے سے ترقی کر سکتا ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 392-394)

پورے مسلمان بنو

فرمایا:

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تم دُنیا سے بالکل انقطاع کر کے اُس کی طرف آجاؤ گے وہ خود تمہارا مُتولّی اور متکفّل ہو جائے گا۔ جو آدمی تبتّل تام نہیں کرتا بلکہ کچھ رُو بدُنیا رہتا ہے اور کسی قدر رُو بہ خدا بھی رہتا ہے وہ کبھی بھی مقصودِ اصلی کو حاصل نہیں کر سکتا۔ اسے نہ دین کی عزت مل سکتی ہے نہ دنیا کی۔ خدا تعالیٰ تم سے یہ چاہتا ہے کہ تم پُورے مسلمان بنو۔ مسلمان کا لفظ ہی دلالت کرتا ہے کہ انقطاعِ کلّی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمان کو مسلمان پیدا کر کے لا انتہا فضل کئے ہیں بشرطیکہ وہ غور کرے اور سمجھے۔ ایک ہندو سے رام چندر کے خدا ہونے یا خدا تعالیٰ کے خالق ہونے پر بحث کرو۔ اس وقت تمہیں ایک لذّت اور سرُور آئے گا کہ تمہارا خدا کیسا قادرِ مُطلق۔ مُحی، مُمیت، خالق کُلِّ شئ خدا ہے اور برخلاف اس کے جنہوں نے رام چندر جیسے کھانے پینے کے محتاج انسان کو خدا بنایا ہے۔ جب یہ کہیں گے کہ اُس کی بیوی کو راون نکال کر لے گیا تو کس قدر شرم اُس خدا کے ماننے والوں کو دامن گیر ہو گی کہ عجیب خدا ہے جو اپنی بیوی کی حفاظت نہیں کر سکا۔ ایسا ہی آریہ جب اپنے خدا کی یہ صفت مخالف سے سُنے گا کہ اس نے ایک ذرہ بھی پیدا نہیں کیا اور وہ اپنے کسی بڑے سے بڑے پریمی اور بھگت کو بھی کبھی نجات نہیں دے سکتا یا اُس نے ایسی شریعت انسانوں کے لئے بنائی کہ ایک مرد اپنی بیوی کو اَولاد نہ ہونے کی صُورت میں دوسرے مرد سے اَولاد پَیدا کرنے کے واسطے ہمبستری کی اجازت دے سکتا ہے تو اُسے کیسا شرمندہ ہونا پڑے گا اگر اُس میں غیرت اور حیا کا کوئی مادہ باقی ہو۔ لیکن مُسلمان کیسا خوش ہو گا اور اس کی اُمّیدیں کیسی وسیع ہوں گی جب اپنے خالق کلِّ شئِ اور قدّوس، سُبحان خدا کو پیش کرتا ہے۔

پس یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ اَنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ۔ اخیار اور ابرار کا نام ابدالآباد تک زندہ رہتا ہے۔ گزشتہ زمانے کے بادشاہوں یہاں تک کہ قیصر و کسریٰ کا کوئی نام بھی نہیں لیتا۔ برخلاف اس کے خدا تعالیٰ کے راستبازوں اور برگزیدوں کی دُنیا مدّاح ہے۔ دیکھو! ہمارے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر عظمت دنیا میں قائم ہے۔ 94 کروڑ مسلمان آپ کے نام لینے والے موجود ہیں جو ہر وقت آپ پر درُود پڑھتے ہیں۔ کیا کوئی قیصر وکسریٰ پر بھی درود پڑھتا ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کس قدر عظمت ہو رہی ہے۔ یہاں تک کہ نادانوں نے اپنی جہالت اور کم مائیگی کی وجہ سے اُن کو خدا بنا رکھا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ رسولوں کا طبقہ مصائب اُٹھا کر دنیا سے گزر گیا۔ مگر اُن کا خدا کے لئے دنیا کے عیش و آرام کو چھوڑ کر طرح طرح کے آلام و مصائب کے بار کو اُٹھا لینا اُن کی عظمت کا باعث ہو گیا۔ یہ بات نہیں ہے کہ خدا کے محبوبوں کو تکالیف آتی ہیں۔ ان کی تکالیف میں ایک لطیف سِرّ ہوتا ہے۔ ان پر اس لئے سب سے زیادہ تکالیف اور مصائب نہیں آتی ہیں کہ تباہ ہو جائیں بلکہ اس لئے کہ تازیادہ سے زیادہ پھل اور پھُول میں ترقی کریں۔ دیکھو! دُنیا میں جو ہر قابل کے لئے خدا نے یہی قانُون ٹھہرایا ہے کہ اول وہ صدمات کا تختۂ مشق بنایا جاتا ہے۔ کسان زمین میں ہل چلا کر اس کا جگر پھاڑتا ہے اور اس مٹی کو باریک کرتا ہے یہاں تک کہ ہوا کے جھونکے اسے

اِدھر اُدھر اُڑائے لئے پھرتے ہیں۔ نادان خیال کرے گا کہ زمیندار نے بڑی غلطی کی جو اچھی بھلی زمین کو خراب کر دیا۔ مگر عقلمند خوب سمجھتا ہے کہ جب تک زمین کو اس درجہ تک نہ پہنچایا جاوے وہ پھل پھول پیدا کرنے کی قابلیّت کے جوہر نہیں دکھا سکتی۔ اسی طرح اس زمین میں بیج ڈال دیا جاتا ہے جو خاک میں مِل کر بالکل مٹی کے قریب قریب ہو جاتا ہے۔ لیکن کیا وہ دانے اس لئے مٹی میں ڈالے جاتے ہیں کہ زمیندار اُن کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے؟ نہیں نہیں وہ دانے اس کی نگاہ میں بہت ہی بیش قیمت ہیں۔ اس کی غرض ان کو مٹی میں گرانے سے صرف یہ ہے کہ وہ پھلیں اور پُھولیں اور ایک ایک کی بجائے ہزار ہزار ہو کر نکلیں۔
جبکہ ہر جوہر قابل کے لئے خدا نے یہی قانون رکھا ہے وہ اپنے خاص بندوں کو مٹی میں پھینک دیتا ہے اور لوگ اُن کے اُوپر چلتے ہیں اور پیروں کے نیچے کُچلتے ہیں مگر کچھ وقت نہیں گزرتا کہ وہ اُس سبزہ کی طرح (جو خس و خاشاک میں دبے ہوئے دانے سے نکلتا ہے) نکلتے ہیں اور ایک عجیب رنگ اور آب کے ساتھ نمودار ہوتے ہیں جو ایک دیکھنے والا تعجّب کرتا ہے۔ یہی قدیم سے برگزیدہ لوگوں کے ساتھ سُنّت اللہ ہے کہ وہ وَرطہ عظیمہ میں ڈالے جاتے ہیں۔ لیکن نہ اس لئے کہ غرق کئے جاویں بلکہ اس لئے کہ اُن موتیوں کے وارث ہوں جو دریائے وحدت کی تہ میں ہیں۔ وہ آگ میں ڈالے جاتے ہیں نہ اس لئے کہ جلائے جائیں بلکہ اس غرض کے لئے خدا تعالیٰ کی قُدرت کا تماشا دکھایا جاوے۔ غرض ان سے ٹھٹّھا کیا جاتا ہے اور ہنسی کی جاتی ہے۔ اُن پر لعنت کرنا ثواب کا کام سمجھا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ اپنا جلوہ دکھاتا ہے اور اپنی نُصرت کی چمکار دکھاتا ہے اس وقت دنیا کو ثابت ہو جاتا ہے اور غیرتِ الٰہی اس غریب کے لئے جوش مارتی ہے اور ایک ہی تجلّی میں اعداء کو پاش پاش کر دیتی ہے۔ سو اوّل نوبت دشمنوں کی ہوتی ہے اور آخر میں اُس کی باری آتی ہے۔ اس کی طرف خدا تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (الاعراف: 129)۔ پھر خدا تعالیٰ کے ماموروں پر مصائب اور مشکلات کے آنے کا ایک یہ بھی سِرّ ہوتا ہے تا اُن کے اخلاق کے نمُونے دنیا کو دکھائے جاویں اور اس عظیم الشّان بات کو دکھائے جو ایک معُجزہ کے طور پر اُن میں ہوتی ہے وہ کیا؟"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 304-307 ایڈیشن 1984)

استقامت

فرمایا:

"استقامت ایک ایسی چیز ہے کہ کہتے ہیں اَلْاِسْتِقَامَةُ فَوْقَ الْكَرَامَةِ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام میں یہ استقامت ہی تو تھی کہ خواب میں حکم ہوا کہ تو بیٹا ذبح کر۔ حالانکہ خواب کی تعبیر اور تاویل بھی ہو سکتی تھی مگر خُدا تعالیٰ پر ایسا ایمان اور دل میں ایسی قوت ہے کہ یہ حکم پاتے ہی معاً تعمیل کے واسطے تیار ہو گئے اور اپنے ہاتھ سے نوجوان بیٹے کو ذبح کرنے لگے۔ آج کل اگر کسی کا بچّہ امراض میں مُبتلا رہ کر مر جاوے تو خدا تعالیٰ کی نسبت ہزار ہا شکوک پَیدا ہو جاتے ہیں اور شکوہ و شکایت کے لئے زبان کھولتے ہیں لیکن ایک ابراہیمؑ ہے کہ بیٹے کی محبت کو کُچل ڈالا اور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے کو تیار ہو گیا۔ ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کو خدا تعالیٰ کبھی ضائع نہیں کرتا۔ ایسے آدمیوں کے کلمات طیّبات قرار دیئے جاتے ہیں اور اُن کو ذریعہ دُعا، اُن کے کپڑوں کو متبرّک قرار دیا جاتا ہے۔
یاد رکھو! مومنوں کا ایلام بر رنگ انعام ہو جاتا ہے اور اس سے عوام کو حصّہ نہیں دیا جاتا۔ رسول اللہ صلی اللہ عیہ وسلم کی تیرہ سالہ زندگی جو مکّہ میں گزری۔ اس میں جس قدر مصائب اور مشکلات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آئیں ہم تو ان کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ دل کانپ اٹھتا ہے جب ان کا تصوّر کرتے ہیں۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالی حوصلگی، فراخدلی، استقلال اور عزم و استقامت کا پتہ لگتا ہے۔ کیسا کوہ وقار انسان ہے کہ مشکلات کے پہاڑ ٹوٹے پڑتے ہیں مگر اس کو ذرا بھی جُنبش نہیں دے سکتے۔ وہ اپنے منصب کے ادا کرنے میں ایک لمحہ سُست اور غمگین نہیں ہوا۔ وہ مشکلات اُس کے ارادے کو تبدیل نہیں کر سکتیں۔ بعض لوگ غلط فہمی سے کہہ اٹھتے ہیں کہ آپؐ تو خدا کے حبیب مصطفیٰ اور مجتبیٰ تھے۔ پھر یہ مصیبتیں اور مشکلات کیوں آئیں؟ مَیں کہتا ہوں کہ پانی کے لئے جب تک زمین کو کھودا نہ جاوے۔ اس کا جگر پھاڑا نہ جاوے وہ کب نِکل سکتا ہے۔ کتنے ہی گز گہرا زمین کو کھودتے چلے جائیں تب کہیں جا کر خوشگوار پانی نکلتا ہے جو مایۂ حیات ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ لذّت جو خدا تعالیٰ کی راہ میں استقلال اور اثباتِ قدم دکھانے سے نہیں ملتی جب تک ان مشکلات اور مصائب میں سے ہو کر انسان نہ گزرے۔ وہ لوگ جو اس کُوچہ سے بے خبر ہیں وہ ان مصائب کی لذّت سے کب آشنا ہو سکتے ہیں اور کب اُسے محسُوس کر سکتے ہیں۔ انہیں کیا معلوم ہے کہ جب آپؐ کو کوئی تکلیف پہنچتی تھی اندر سے ایک سرُور اور لذّت کا چشمہ پُھوٹ نکلتا تھا۔ خدا تعالیٰ پر توکّل، اس کی محبت اور نُصرت پر ایمان پیدا ہوتا تھا۔ محبّت ایک ایسی شئے ہے کہ وہ سب کچھ کرا دیتی ہے۔ ایک شخص کسی پر عاشق ہوتا ہے تو معشوق کے لئے کیا کچھ نہیں کر گزرتا۔ ایک عورت کسی پر عاشق تھی اس کو کھینچ کھینچ کر لاتے تھے اور طرح طرح کی تکلیفیں دیتے تھے۔ ماریں کھاتی تھی مگر وہ کہتی تھی کہ وہ مجھے لذّت ملتی ہے جبکہ جُھوٹی محبتوں فِسق و فجُور کے رنگ میں جلوہ گر ہونے والے عشق میں مصائب اور مشکلات کے برداشت کرنے میں ایک لذّت ملتی ہے تو

خیال کرو کہ وہ جو خدا تعالیٰ کا عاشق زار ہو۔۔ اس کے آستانۂ اُلوہیّت پر نثار ہونے کا خواہش مند ہو وہ مصائب اور مشکلات میں کس قدر لذّت پا سکتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حالت دیکھو۔ مکّہ میں ان کو کیا کیا تکلیفیں پہنچیں۔ بعض اُن میں سے پکڑے گئے۔ قسم قسم کی تکلیفوں اور عقوبتوں میں گرفتار ہوئے۔ مرد تو مرد بعض مسلمان عورتوں پر اس قدر سختیاں کی گئیں کہ ان کے تصوّر سے بدن کانپ اٹھتا ہے اگر وہ مکہ والوں سے مل جاتے تو اس وقت بظاہر وہ ان کی بڑی عزّت کرتے کیونکہ وہ اُن کی برادری ہی تو تھے... مگر وہ کیا چیز تھی جس نے اُن کو مصائب اور مشکلات کے طوفان میں بھی حق پر قائم رکھا وہ وُہی لذّت اور سُرور کا چشمہ تھا جو حق کے پیارے کی وجہ سے اُن کے سینوں سے پھُوٹ نکلتا تھا۔ ایک صحابی کی بابت لکھا ہے کہ جب اُس کے ہاتھ کاٹے گئے تو اس نے کہا کہ مَیں وضو کرتا ہوں۔ آخر لکھا ہے سر کاٹو تو سجدہ کرتا ہے۔ کہتا ہوا مر گیا۔ اس وقت اُس نے دعا کی یا اللہ! حضرتؐ کو خبر پہنچا دے۔ رسول اللہ صلی اللہ وسلم اس وقت مدینہ تھے۔ جبرائیلؑ نے جا کر السلام علیکم کہا اور آپ نے علیکم السلام کہا اور اس واقعہ پر اطلاع ملی۔ غرض اس لذّت کے بعد جو خدا تعالیٰ میں ملتی ہے ایک کیڑے کی طرح کُچل کر مر جانا منظور ہوتا ہے اور مومن کو سخت سے سخت تکالیف بھی آسان ہی ہوتی ہیں۔ سچ پُوچھو تو مومن کی نشانی ہی یہی ہوتی ہے کہ وہ مقتُول ہونے کے لئے تیار رہتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی شخص کو کہہ دیا جاوے کہ یا نصرانی ہو جایا قتل کر دیا جائے گا۔ اس وقت دیکھنا چاہئے کہ اس کے نفس سے کیا آواز آتی ہے۔ آیا وہ مَرنے کے لئے سر رکھ دیتا ہے یا نصرانی ہونے کو ترجیح دیتا ہے۔ اگر مرنے کو ترجیح دیتا ہے تو وہ مومن حقیقی ہے ورنہ کافر ہے۔ غرض ان مصائب میں جو مومنوں پر آتے ہیں اندر ہی اندر ایک لذّت ہوتی ہے بھلا سوچو تو سہی کہ اگر یہ مصائب لذّت نہ ہوتے تو انبیاء علیہم السلام ان مصائب کا ایک دراز سلسلہ کیونکر گزارتے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 307-309)

دُعا کا طریق

حضورؑ فرماتے ہیں:

"دُعا کے لئے رِقّت والے الفاظ تلاش کرنے چاہئیں۔ یہ مُناسب نہیں کہ انسان مسنُون دعاؤں کے ایسا پیچھے پڑے کہ اُن کو جنتر منتر کی طرح پڑھتا رہے اور حقیقت کو نہ پہچانے۔ اتّباع سنّت ضروری ہے۔ مگر تلاشِ رِقّت بھی اتباع سنّت ہے۔ اپنی زبان میں جس کو تم خوب سمجھتے ہو۔ دُعا کرو۔ تا کہ دُعا میں جوش پیدا ہو۔ الفاظ پرست مخذُول ہوتا ہے۔ حقیقت پرست بننا چاہئے۔ مسنُون دعاؤں کو بھی برکت کے لئے پڑھنا چاہئے۔ مگر حقیقت کو پاؤ۔ ہاں جس کو عربی زبان سے موافقت اور فہم ہو وہ عربی میں پڑھے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 338)

سامعین!

بہترین دُعا

حضورؑ فرماتے ہیں:

"بہترین دُعا وہ ہوتی ہے جو تمام خیروں کی جامع ہو اور تمام مضرّات سے مانع ہو۔ اس لئے اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ کی دُعا میں حضرت آدمؑ سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک کے کُل مُنۡعَم علَیہِم لوگوں کے انعامات کے حصُول کی دُعا ہے اور غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ میں ہر قسم کی مضرّتوں سے بچنے کی دُعا ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 124)

پھر آپؑ فرماتے ہیں۔

"دُعا کامل تب ہوتی ہے کہ ہر قسم کی خیر کی جامع ہو اور ہر شرّ سے بچاوے پس اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ میں ساری خیر جمع ہیں اور غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ میں سب شرّوں حتّٰی کہ دجّالی فتنہ سے بچنے کی دُعا ہے۔ مغضوب سے بالاتفاق یہُودی اور الضالین سے نصاریٰ مُراد ہیں۔ اب اگر اس میں کوئی رمز اور حقیقت نہ تھی تو اس دُعا کی تعلیم سے کیا غرض تھی؟ اور پھر ایسی تاکید کہ اس دُعا کے بدُوں نماز ہی نہیں ہوتی اور ہر رکعت میں اُس کا پڑھا جانا ضروری قرار دیا۔ بھید اس میں یہی تھا کہ یہ ہمارے زمانہ کی طرف ایماء ہے۔ اس وقت صراط مستقیم یہی ہے جو ہماری راہ ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 138)

اپنی زبان میں دُعا

سوال ہوا کہ آیا نماز میں اپنی زبان میں دُعا مانگنا جائز ہے؟ حضرت اقدسؑ نے فرمایا:

”سب زبانیں خدا نے بنائی ہیں۔ چاہئے کہ اپنی زبان میں جس کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ نماز کے اندر دُعائیں مانگے۔ کیونکہ اُس کا اثر دل پر پڑتا ہے تا کہ عاجزی اور خشوع پیدا ہو۔ کلام الٰہی کو ضرور عربی میں پڑھو اور اس کے معنی یاد رکھو اور دعا بے شک اپنی زبان میں مانگو۔ جو لوگ نماز کو جلدی جلدی پڑھتے ہیں اور پیچھے لمبی دعائیں کرتے ہیں وہ حقیقت سے نا آشنا ہیں۔ دُعا کا وقت نماز ہے نماز میں بہت دعائیں مانگو۔“

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 298)

قبولیت دُعا کے شرائط

فرمایا:

”قبولیت دُعا کے واسطے چار شرطوں کا ہونا ضروری ہے۔ تب کسی کے واسطے دُعا قبول ہوتی ہے۔ شرط اوّل یہ ہے کہ اتقاء ہو یعنی جس سے دُعا کرائی جاوے وہ دُعا کرنے والا متقی ہو۔ تقویٰ احسن و اکمل طور پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پایا جاتا تھا۔ آپؐ میں کمال تقویٰ تھا۔ اصول تقویٰ کا یہ ہے کہ انسان عبُودیّت کو چھوڑ کر الُوہیّت کے ساتھ ایسا مِل جاوے جیسا کہ لکڑی کے تختے دیوار کے ساتھ مِل کر ایک ہو جاتے ہیں۔ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی شئے حائل نہ رہے۔ امُور تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک یقینی بدیہی یعنی ظاہری دیکھنے میں ایک بات بُری یا بَھلی ہے دوم یقینی نظری یعنی ویسا یقین تو نہیں۔ مگر پھر بھی نظری طور پر دیکھنے میں وہ امر اچھّا یا بُرا ہو۔ سوم وہ امُور مشتبہ ہیں۔ یعنی ان میں شُبہ ہو کہ شاید یہ بُرے ہوں۔ پس متقی وہ ہے کہ اس احتمال اور شُبہ سے بھی بچے اور تینوں مراتب کو طے کرے۔ حضرت عُمرؓ کا قول ہے کہ شُبہ اور احتمال سے بچنے کے لئے ہم دس باتوں میں سے نَو باتیں چھوڑ دیتے ہیں۔ چاہئے کہ احتمالات کا سّد باب کیا جاوے۔ دیکھو! ہمارے مخالفوں نے اس قدر تائیدات اور نشانات دیکھے ہیں کہ اگر اُن میں تقویٰ ہوتا تو کبھی رُوگردانی نہ کرتے ایک کریم بخش کی گواہی ہی دیکھو جس نے رو رو کر اپنے بڑھاپے کی عمر میں جب کہ اس کی موت بہت قریب تھی یہ گواہی دی کہ ایک مجذُوب گلاب شاہ نے پہلے سے مجھے کہا تھا کہ عیسٰی قادیان میں پیدا ہو گیا ہے اور وہ لُدھیانہ میں آوے گا اور تُو دیکھے گا کہ مولوی اس کی کیسی مخالفت کریں گے اور اس کا نام غلام احمد ہو گا۔ دیکھو! یہ کیسی صاف پیشگوئی ہے۔ جو اس مجذُوب نے کی۔ کریم بخش کے پابند صَوم وصلٰوۃ ہونے اور ہمیشہ سچ بولنے پر سینکڑوں آدمیوں نے گواہی دی جیسا کہ ازالہ اوہام میں مفصّل درج ہے۔

اب کیا تقویٰ کا یہ کام ہے کہ اس گواہی کو جھٹلایا جاوے۔ تقویٰ کے مضمون پر ہم کچھ شعر لکھ رہے تھے اس میں ایک مِصرعہ الہامی درج ہوا۔ وہ شعر یہ ہے۔

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اِتّقا ہے اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

اس میں دوسرا مِصرعہ الہامی ہے۔ جہاں تقویٰ نہیں وہاں حسنہ حسنہ نہیں اور کوئی نیکی نیکی نہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف کی تعریف میں فرماتا ہے۔ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ قرآن بھی ان لوگوں کے لئے ہدایت کا مُوجب ہوتا ہے جو تقویٰ اختیار کریں۔ ابتداء میں قرآن کے دیکھنے والوں کا تقویٰ یہ ہے کہ جہالت اور حسد اور بخل سے قرآنِ شریف کو نہ دیکھیں بلکہ نُورِ قلب کا تقویٰ ساتھ لے کر صدق نیّت سے قرآن شریف کو پڑھیں۔

دوسری شرط قبولیت دُعا کے واسطے یہ ہے کہ جس کے واسطے انسان دعا کرتا ہو اس کے لئے دل میں درد ہو۔ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ (النمل: 63)

تیسری شرط یہ ہے کہ وقتِ اصفیٰ میسّر آوے۔ ایسا وقت کہ بندہ اور اس کے رب میں کچھ حائل نہ ہو۔ قرآن شریف میں جو لیلۃ القدر کا ذکر آیا ہے کہ وہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے یہاں لیلۃ القدر کے تین معنی ہیں۔ اوّل تو یہ کہ رمضان میں ایک رات لیلۃ القدر کی ہوتی ہے۔ دوم یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ بھی ایک لیلۃ القدر تھا یعنی سخت جہالت اور بے ایمانی کی تاریکی کے وہ زمانہ میں آیا جبکہ ملائکہ کا نزُول ہوا۔ کیونکہ نبی دُنیا میں اکیلا نہیں آتا۔ بلکہ وہ بادشاہ ہوتا ہے اور اس کے ساتھ لاکھوں کروڑوں ملائکہ کا لشکر ہوتا ہے۔ جو ملائِک اپنے اپنے کام میں لگ جاتے ہیں اور لوگوں کے دلوں کی نیکی کی طرف کھینچتے ہیں۔ سوم۔ لیلۃ القدر انسان کے لئے اس کا وقت اصفیٰ ہے۔ تمام وقت یکساں نہیں ہوتے۔ بعض وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہؓ کو کہتے کہ اَرِحْنَا يَا عَائِشَة یعنی اے عائشہؓ! مجھ کو راحت وخوشی پہنچا اور بعض وقت آپ بالکل دُعا میں مصرُوف ہوتے۔ جیسا کہ سعدیؒ نے کہا ہے

وقتے چنیں بُودے کہ بجبرئیل و میکائیل پر داختے
و دیگر وقت با حفصہ و زینت در ساختے

جتنا جتنا انسان خدا کے قریب آتا ہے۔ یہ وقت اسے زیادہ میسّر آتا ہے۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ پُوری مدّت دُعا کی حاصِل ہو یہاں تک کہ خواب یا وحی سے اللہ تعالیٰ خبر دے۔ محبّت و اخلاص والے کو جلدی نہیں چاہئے۔ بلکہ صبر کے ساتھ انتظار کرنا چاہئے۔"

(**ملفوظات جلد** دوم صفحہ 335-337)

(کمپوزڈ: منہاس محمود۔ جرمنی)

✡✡✡✡